© rasailojaraid.com

اسلام میں آزادی کا تصوّر

محمّد نذیر کاکاخیل

آزادی کے لئے انگریزی زبان میں لفظ LIBERTY مستعمل ہے جو لاطینی لفظ LIBER سے نکلا ہے جس کے معنی آزاد FREE کے ہیں۔ عربی میں اس کا متبادل و مساوی لفظ حریت (مادہ : ح ر ر) ہے راغب اصفہانی کے قول کے مطابق حریت کے دو معنی ہیں[1]۔ (ا) دوسرے کی محکومیت سے آزادی اور (ب) حرص و دنیاوی مال و متاع سے آزادی۔ صوفیائے کرام کے ہاں حریت کا مفہوم موخر الذکر ہے یعنی ہر قسم کی بندشوں سے آزاد ہو کر صرف خدا کی طرف متوجہ ہونا۔

حرّیت کی ضد عبدیت یعنی غلامی اور بندگی ہے۔ قرآن میں بھی حر اور عبد اسی معنی میں استعمال ہوئے ہیں[2]۔ عرب قبل از اسلام اور یونان میں آزادی کا مفہوم تقریباً ایک جیسا تھا لہذا آزادی کا مفہوم سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے غلامی اور آزادی کا فرق واضح کیا جائے کیونکہ اس دَور میں آزادی اور غلامی لازم و ملزوم تھے۔ ایک کو سمجھے بغیر دوسرے کا سمجھنا مشکل ہے۔

مغرب و مشرق میں غلام کا کردار گھریلو کاموں کے لئے نہایت اہم اور ضروری تھا۔ معلّم اوّل ارسطو کا کہنا ہے کہ غلام آزاد (مالک) کے ہاتھ میں ایک آلۂ کار ہے جسے وہ گھریلو استعمال میں لاتا ہے اور جو مالک کی خوشی کا سامان مہیا کرتا ہے[3] تاکہ آسودہ ہو کر مالک شہری ریاست کے کاموں میں زیادہ دلچسپی لے سکے اور

---

[1] راغب اصفہانی۔ المفردات القرآن (ترجمہ و حواشی الاستاذ محمد عبدہٗ) لاہور ۱۹۶۳ء، صہ ۲۱۱

[2] یاایہا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد ۔۔۔ (قرآن ۲ : ۱۷۸)

[3] ارنسٹ بارکر۔ ارسطو کی سیاست۔ کتاب ۱ باب ۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پوری تندہی سے کام کر سکے۔ غلاموں کے بارے میں وہ آگے چل کر لکھتا ہے کہ کچھ لوگ فطری طور پر کمزور اور جسمانی طور پر مضبوط ہوتے ہیں وہ خود تو کسی کام کی طرف قدم نہیں بڑھا سکتے۔ لیکن ہدایت ملنے پر وہ اسے اچھی طرح سرانجام دیتے ہیں۔ ایسے لوگ آزاد لوگوں سے ذہنی طور پر بہت کمزور ہوتے ہیں[۴] چونکہ یہ لوگ صرف گھریلو کاموں میں حصہ لیتے ہیں لہٰذا ان کو شہری اور سیاسی حقوق حاصل نہیں ہوتے[۵] لیکن اس کے باوجود ارسطو ان سے اچھا سلوک کرنے کی بار بار تاکید کرتا ہے

عربوں میں بھی یونانیوں کی طرح غلامی کا رواج تھا۔ ان سے نہ صرف گھریلو کاموں میں مدد لی جاتی بلکہ میدان جنگ میں بھی ان سے کام لیتے تھے۔ کبھی پوری کی پوری قوم غلام ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ مصر کے فراعنہ اسرائیلیوں کو اپنا غلام بنائے رہے[۶] ابرہہ نے صنعاء کے کلیسا کی تعمیر میں یمنیوں سے جبراً کام لیا۔ جو لوگ سورج نکلنے سے پہلے کام پر نہیں پہنچتے ان کے ہاتھ کاٹ دیئے جاتے تھے[۷] نجد اور حجاز کے علاقوں میں قبائلی نظام تھا، جو لوگ کسی قبیلہ سے وابستہ نہ ہوتے وہ ہر قبیلے کے ظلم و ستم کا تختہ مشق بنتے۔ یہ مظالم جب انتہا کو پہنچ گئے تو قریش میں ان کے خلاف سراسیمگی پیدا ہوئی۔ قریش کے سرآور دہ لوگ عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے اور سب نے عہد کیا کہ اہل مکہ یا مکہ میں باہر سے آئے ہوئے لوگوں پر ظلم نہ ہونے دیں گے اور یہ کہ ہر حالت میں مظلوم کا ساتھ دیں گے[۸] رسول اکرمؐ بھی اس معاہدہ میں شریک تھے، چنانچہ بعد میں آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ :

"ابن جدعان کے ہاں میں جس معاہدے میں شامل تھا اگر اس میں شرکت نہ کرنے کے عوض مجھے سرخ اونٹوں کا ریوڑ دیا جاتا تو مجھے یہ قبول نہ ہوتا۔ آج بھی اگر اس قسم کا معاہدہ ہو اور مجھے اس میں شرکت کی دعوت دی جائے تو میں ضرور اس میں شرکت کروں گا۔"[۹]

حضور پاکؐ رفاہ عام نیز خدمتِ خلق کی غرض سے نبوت سے بہت پہلے حلف الفضول میں شامل

---

[۴] ایضاً باب ۵ ص ۱۱ [۵] ایضاً کتاب ۳۔ باب ۱ ص ۹۲

[۶] ابن کثیر۔ البدایہ والنہایہ (قاہرہ ۱۹۳۲ء) جلد اوّل ص ۲۶۳

[۷] البدایہ والنہایہ۔ جلد دوم صـ۱۷۱ ۔ [۸] ابن ہشام۔ سیرہ النبیؐ۔ جزو اوّل (قاہرہ ۱۹۳۷ء) صـ۱۴۴

[۹] محمد حسین ہیکل۔ حیات محمد (قاہرہ ساتواں ایڈیشن) صـ۱۱۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے، نبوت ملنے کے بعد یہ آپ کا شب و روز کا مشغلہ بن گیا۔ چنانچہ قریشی سرداروں کے مقابلے میں آپؐ کی دعوت حق پر لبیک کہنے والے زیادہ تر یہی قبائل کے مظلوم تھے، جنہوں نے دینِ حق کی خاطر بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔

اگرچہ دشمنانِ اسلام کے مقابلے میں بطور سزا غلامی کا رواج بالکلیہ ممنوع نہیں قرار پایا تاہم غلاموں کے آزاد کرنے کو بڑا ثواب بتایا گیا کہ بالآخر یہ مذموم رواج بتدریج ختم ہوجائے۔ اسلام نے نہ صرف غلاموں کی آزادی کے احکام قرآن میں دیئے [۹] بلکہ عملی طور پر ایسے اقدامات بھی کئے جن سے دَورِ جاہلیت میں غلامی کا نظریہ یکسر بدل گیا اور غلامی، رشتہ سمجھا گیا۔ آزادی ملنے کے بعد انہیں نہ صرف نظریاتی طور پر دوسرے شہریوں کے مساوی سیاسی اور شہری حقوق ملے بلکہ عملی طور پر بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے [۱۰] چونکہ رسول کریمؐ کے اسلامی انقلاب نے غلامی کے پرانے تصور کو ختم کر کے انسانی مساوات کی تعلیم کو عام کیا۔ آیئے اس تعلیم کی روشنی میں ہم اسلام کی عطا کردہ حریت (آزادی) کے مختلف پہلوؤں سے بحث کریں۔

جیسا کہ اس مقالے کے آغاز میں بتایا گیا، عام اصطلاح میں آزادی کے یہ معنی لئے جاتے ہیں کہ انسان سے ہر قسم کی پابندی اٹھالی جائے اور اپنی مرضی کے مطابق جو چاہے عمل کرے۔ آزادی کے اس پہلو کو سیاسی مفکرین منفی پہلو (NEGATIVE ASPECT) کہتے ہیں لیکن آزادی کا یہ مفہوم غلط اور غیر منطقی ہے۔ اس قسم کی آزادی منظم معاشرے میں تو درکنار فطری حالت (STATE OF NATURE) میں بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ اس قسم کی آزادی کے لئے ہر فرد کا اپنی ضروریات میں خود کفیل ہونا لازمی ہے اور غالباً اسی وجہ سے انقلابِ فرانس کے مؤسس اور انفرادی آزادی کے سب سے بڑے علمبردار روسو (ROUSSEAU) نے کہا ہے۔ "انسان آزاد پیدا ہوا ہے لیکن ہر جگہ وہ زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔" چونکہ اسلامی ریاست میں اجتماعی ذمہ داری کے ساتھ ساتھ انفرادی ذمہ داری پر بھی زور دیا گیا ہے لہذا اس قسم کی آزادی کا تصور اسلام میں ناممکن ہے۔

منفی پہلو کے علاوہ آزادی کا مثبت پہلو (POSITIVE ASPECT) بھی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ریاست میں ایک فرد کو جائز پابندیوں کے اندر رہتے ہوئے وہ تمام مواقع میسر ہوں جن کے

۱۰

۹ ۔ ۔ ۔ ۔ ۹۲

کو ... آزاد کردہ غلام کو شام کی طرف بھیجے جانے والی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا گیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کی شخصیت کی نشوونما کمال تک پہنچے، محض پابندیوں کا نہ ہونا آزادی کے لئے کافی نہیں بلکہ ان حالات
...نا ضروری ہے۔ جن میں ایک فرد اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر نہ صرف اپنی خوشی کا سامان
...رے بلکہ معاشرے کو بحیثیت مجموعی زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔ رسول کریمؐ کی بعثت کا مقصد
...ہ معاشرے کا قیام تھا جس میں سب لوگ آپس میں بھائی بھائی ہوں[۱] انسان، انسان کا غلام نہ ہو،
...ب کے سب اپنا سر صرف ایک ذات پاک کے سامنے جھکائیں۔ خدا کے نزدیک صرف وہ شخص مقبول و برگزیدہ
...زیادہ سے زیادہ پرہیزگار ہو اور اللہ کا حکم بجالانے والا ہو[۲]۔ ہجرت کے بعد جب مہاجرین اور انصار کو
...بھائی چارگی کے ایک رشتے میں منسلک کر دیا گیا تو اسلامی اخوت اور مساوات کا جو عملی نمونہ انصار نے پیش کیا[۳]
...نظیر پیش کرنے سے تاریخ عالم قاصر ہے۔ انصار و مہاجرین کی قربانیاں ایک ایسے معاشرے کے قیام کے لئے
...جس میں لوگوں کو اپنی بہترین شخصیت و قابلیت کے اظہار کا موقع مل سکے۔ اپنے اس مقدس مشن میں وہ
...جلد کامیاب ہو گئے۔

امت مسلمہ اور شہری ریاست مدینہ کے قیام کے بعد اسلامی ریاست نے آزادی کا جو تصور پیش کیا اس کی
...وقت کی متمدن اقوام میں نہیں ملتی۔ جس نظریاتی معاشرہ کی بنیاد رسول کریمؐ نے مدینہ میں ڈالی تھی۔
...بعد میں منظم ریاست کی شکل اختیار کر گیا، اس میں اگرچہ دنیاوی اور اخروی امور کا امتزاج تھا تاہم اس
...ے دینی اور سیاسی معاملات کو الگ کرنا کچھ مشکل نہیں۔ ذیل میں قارئین کی سہولت کے پیش نظر ریاست
...ادی کے مثبت پہلو کی مختلف صورتوں پر تبصرہ مقصود ہے۔

(۱) شہری اور سیاسی آزادی

شہری آزادی کا مرجع منظم ریاست ہے۔ اس قسم کی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ ریاست کے اندر ہر شخص کو آزادی رائے،
...رکھنے، جان کی حفاظت اور آزادی سے چلنے پھرنے کی اجازت ہو۔ قانون کے سامنے وہ دوسروں کے برابر
...حسب منشا اپنے لئے کوئی پیشہ اختیار کرنے میں آزاد ہو۔ قرآن نے واضح طور پر اعلان کیا ہے:
اور جس جان کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے اسے قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر اور جو شخص ظلم سے

...نما المؤمنون اخوة۔ قرآن ۴۹:۱۰ اسی قسم کی احادیث بھی موجود ہیں۔
...: سورۂ حجرات: آیت نمبر ۱۳۔ [۳] دیکھئے ابن ہشام سیرۃ النبیؐ جزء دوم ص ۱۲۱ حاشیہ نمبر ۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قتل کیا جائے ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا ہے کہ (ظالم قاتل سے بدلہ لے) تو اس کو چاہیئے کہ قتل (کے قصاص) میں زیادتی نہ کرے"۔[۱۴]

اسی طرح رسول اکرمؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اسلامی ریاست میں جان و مال کی حفاظت کا واشگاف الفاظ میں اعلان کر دیا تھا[۱۵] اسلام اگر ایک طرف جان و مال کی آزادی کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے تو دوسری طرف آزادیٔ رائے کا بھی پورا احترام کرتا ہے۔ اور کسی کو بزور جبر اپنی رائے یا عقیدہ سے ہٹانا پسند نہیں کرتا وہ ہر قوم کو اپنے حالات میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور بہتر تبدیلی پیدا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا منشا یہی ہے کہ نوع انسان جہاں اور جس حد تک موقع پائے اخلاقی، عمرانی اور سیاسی و اقتصادی حالات کی درستی کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

انّ اللہ لا یغیّر ما بقومٍ حتّی یغیّروا ما بانفسھم ○[۱۶]

یعنی اللہ جل شانہٗ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ قوم خود اپنے آپ کو نہ بدلے۔ "کسی قوم میں اخلاقی اور عمرانی اصلاح کی طرف مثبت تغیر اس وقت پیدا ہو سکتا ہے جب قوم اس ضرورت سے باخبر ہو۔ لہٰذا ہر صاحب فکر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے عمرانی ماحول پر گہری نظر رکھے اور مسلسل نکتہ چینی کرتے ہوئے عوامی بہبود کے لئے صدا بلند کرتا رہے"۔[۱۷] قرآن کریم کی ان دو آیتوں[۱۸] کی رو سے، جو مشورہ کے متعلق ہیں، مشورہ کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ یہ آیات مثبت آزادیٔ رائے ہی کی تو ضامن ہیں کیونکہ جہاں لوگ مشورے دیتے ہیں وہاں کھل کر اپنی اپنی آراء کا اظہار کیا جاتا ہے تاکہ جب دلائل سے تجزیہ کرنے کے بعد متفقہ طور پر ایک عام رائے قائم کر لی جائے تو اس پر عمل درآمد کرانا اور منکر سے منع کرنا پوری ملّت کا فریضہ بن جائے[۱۹]

۱۴۔ قرآن سورہ بنی اسرائیل۔ آیت نمبر ۳۳

۱۵۔ آپؐ نے فرمایا: ان دماءکم واموالکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم ھذا۔ (صحیح مسلم)

۱۶۔ قرآن: سورۂ رعد: آیت ۱۱

۱۷۔ محمد اسد۔ اسلامی مملکت و حکومت کے بنیادی اصول۔ (لاہور ۱۹۶۳) اردو ترجمہ غلام رسول مہر۔ ص ۱۳۷

۱۸۔ سورہ آل عمران: آیت ۱۵۹ اور سورہ شوریٰ: آیت ۳۸

۱۹۔ امت مسلمہ کے لئے اللہ کا فرمان ہے: کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنھون عن المنکر۔ قرآن سورۂ آل عمران۔ آیت ۱۱۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہاں تک دینی امور کا تعلق ہے اگر کسی مسئلہ کا حل قرآن پاک یا سنت رسولؐ میں پوری صراحت سے موجود ہے اور اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں تو اسے بعینہٖ قبول کر لینا چاہئے۔ البتہ جس معاملہ میں اختلاف ہو گیا ہو یا قرآن و سنت خاموش ہوں تو اس مسئلہ میں دین سے زیادہ واقفیت رکھنے والے لوگ اپنے اپنے خیالات پیش کریں گے۔ ان کے ذاتی اجتہادات کی تحلیل کے نتیجے میں جو عام رائے قائم ہو گی اور جسے امت مسلمہ کی اکثریت پسند کرے اسے قانونی شکل دے دی جائے گی۔ اس سلسلے میں خلفائے راشدین کی پاکیزہ سنت ہمارے سامنے ہے۔

قانون کے سامنے برابری کی تعلیم پورے قرآن میں نمایاں ہے۔ دراصل اسلام کی بنیاد ہی معاشرتی اور معاشی عدل و انصاف پر ہے۔ قرآن میں جگہ جگہ انصاف قائم کرنے کی ہدایت ہے[۲۰] اور جو لوگ قرآنی احکامات کی روشنی میں عدل و انصاف قائم نہ کریں ان کو کافر، ظالم اور فاسق کہا گیا ہے[۲۱] رسول اکرمؐ کی زندگی تو قرآن کا نمونہ تھی ہی، خلفائے راشدین نے بھی عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ دراصل جس معاشرہ کی بنیاد عدل و انصاف پر ہو وہاں قانون کی ہمیشہ بالادستی رہتی ہے۔ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے والا چاہے بدوی ہو یا غسان کا نو مسلم فرمانروا جبلہ ابن ایہم دونوں سے بلا کسی تفریق کے انصاف کیا جائے گا۔[۲۲]

پیغمبر اسلام جس مثالی معاشرے کا قیام عمل میں لائے تھے وہ ایک نظریاتی ریاست کی شکل میں ظہور پذیر ہوئی، اس ریاست میں کم از کم تیس سال تک جمہوری اقدار کی ترقی کے لئے کام ہوتا رہا ظاہر ہے ایسے اقدار کی نشو صرف آزاد ماحول میں ہوتی ہے۔ رسول کریمؐ تو منصب رسالت کے سبب حکومت کے سربراہ تھے لیکن آپؐ کی رحلت کے بعد عوام کو سربراہِ مملکت چننے کا بھی اختیار مل گیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خلفائے راشدین کے انتخاب یا نامزدگی میں عوام نے کسی نہ کسی طریقے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان انتخابات میں سیاسی آزادی کی بنا پر تعمیری نکتہ چینی کے لئے مختلف سیاسی پارٹیاں بھی (منظم شکل میں نہیں) وجود میں آئیں۔ سعد ابن عبادہؓ

---

[۲۰] قرآن ۵: ۴۶، ۴: ۵۸ [۲۱] قرآن ۵: ۴۴، ۴۵، ۴۷

[۲۲] غسان کا بادشاہ جب اسلام لایا تو خانۂ کعبہ کا طواف کرتے وقت اس کے جبہ کا گھسٹتا ہوا دامن ایک بدو کے پیروں تلے آ گیا جس پر بادشاہ نے غصہ میں بدو کو تھپڑ رسید کر دیا۔ بدو نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے بدلہ دلانے کے لئے جبلہ کو بلایا۔ یہ پورا قصہ بتاتا ہے کہ ا ِ ام عدل کے بارے میں امیر و فقیر میں کوئی تمیز نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ی مثال لے لیجئے۔ وہ ایک مقتدر صحابی تھے۔ رسول کریمؐ کی وفات کے بعد انصار کی طرف سے خلافت کے امیدوار تھے لیکن خاص مصلحتوں کی بنا پر جب ابوبکر صدیقؓ کا انتخاب عمل میں لایا گیا اور سعدؓ سے بیعت کے لئے کہا گیا تو کہنے لگے :-

"خدا کی قسم! جب تک میں اپنے ترکش کے تیروں سے تمہیں نشانہ نہ بنالوں گا اور اپنے نیزے کی انی کو رنگین نہ کرلوں گا اور اپنی اس تلوار سے جو میرے ہاتھ میں ہے تم سے جنگ نہیں کروں گا، خدا کی قسم میں اس وقت تک بیعت نہیں کروں گا"۔ ۔ ۔ ۔ ۲۳

کتنے سخت الفاظ تھے، جو سربراہِ مملکت کے خلاف کہے گئے لیکن اس کے باوجود اسے کچھ نہیں کہا گیا۔ جب تک حضرت ابوبکر صدیقؓ زندہ رہے سعدؓ نے نہ تو ان کے پیچھے نماز پڑھی اور نہ ہی حج ادا کیا۔ آزادیٔ رائے، حدود کے اندر رہتے ہوئے سیاسی اختلاف اور شخصی آزادی کی ضمانت کی اس سے بڑھ کر اور کوئی مثال مل سکتی ہے؟

حضرت ابوبکر صدیقؓ انتخاب کے بعد برسرِ منبر لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ اگر ان میں (ابوبکرؓ) کجی دیکھیں تو ان کو سیدھا کر دیں ۲۴ یعنی لوگوں کو سربراہِ مملکت کی طرف سے ان کی پالیسیوں پر تعمیری تنقید کی آزادی دی جاتی ہے۔ اسلام نے تو آزادیٔ رائے اور تعمیری تنقید کی یہاں تک اجازت دے رکھی ہے کہ جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنے کو جہاد بتایا گیا ہے۔ ۲۵ خلفائے راشدین کے انتخاب کے طریقوں سے جہاں اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ اسلامی ریاست میں سیاسی حاکمیت عوام کے ہاتھوں میں ہے وہاں یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ ریاست میں اہلیت کی بنا پر ایک شخص اپنے آپ کو کسی عہدے کے لئے بھی بطور امیدوار پیش کر سکتا ہے۔ ۲۶

---

۲۳ ابوجعفر محمد بن جریر الطبری۔ تاریخ الامم والملوک۔ جز سوم (مصر مطبعۃ الحسینیۃ) صہ ۲۱

۲۴ طبری۔ تاریخ III صہ ۲۰۴ ۔ ۲۵ سنن ابوداؤد ترمذی۔ بروایت ابوسعید الخدری

۲۶ ابوبکرؓ کا نام حضرت عمرؓ نے تجویز کیا۔ ابوبکرؓ کے انتخاب کے بعد عمرؓ نے ان کو منصب قضاء کے لئے اور ابوعبیدہ نے مالیات کے لئے ان کو اپنی خدمات پیش کیں (طبری IV : 50) عمرؓ نے اپنے جانشین کے انتخاب کے لئے جو مشاورتی بورڈ قائم کیا تھا اس میں خلافت کے امیدواروں نے اپنے اپنے حق میں دلائل دیئے تھے (طبری V : 36)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت عمرؓ سے ایک آدمی کلام کرتے وقت حد سے تجاوز کرتا ہے۔ لوگ اسے بُرا بھلا کہتے ہیں۔ لیکن آپؓ فرماتے ہیں اسے کہنے دو اگر وہ نہیں کہے گا تو اس میں اس کی خیر نہیں اور ہم قبول نہ کریں تو ہماری خیر نہیں ہے[27] انہی کے عہد میں کوفہ کے لوگوں کو اپنے گورنر عمار بن یاسر سے شکایت پیدا ہوتی ہے۔ حضرت عمرؓ سے ان کی معزولی کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ ان کی متفقہ رائے کا احترام کرتے ہوئے ان کی مرضی کے مطابق ابوموسیٰ اشعریؓ کا تقرر کیا جاتا ہے۔ ایک سال بعد جب لوگ ان سے بھی ناراض ہوتے ہیں تو ان کی خواہش کے مطابق مغیرہ بن شعبہؓ مقرر ہوتے ہیں[28] یہ حقائق کیا اس بات کا ثبوت نہیں کہ اسلامی ریاست میں لوگوں کو آزادیٔ رائے، انتخاب اور کسی عہدے کے لئے اہلیت کی بنا پر امیدواری کا پورا پورا حق حاصل ہے یا یوں کہنا چاہیئے کہ یہ ساری باتیں اسلامی ریاست کے بنیادی حقوق میں شامل ہیں۔

(۲) اقتصادی آزادی

مشہور مفکر لاسکی (LASKI) کے قول کے مطابق اقتصادی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی کو کسی ریاست میں روزی کمانے کے تمام مواقع میسّر ہوں اور اسے اس کمائی کا تحفظ بھی حاصل ہو تاکہ اسے بے کاری اور تنگ حالی جیسے خطرات کا ڈر نہ ہو کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جو افراد کی شخصیت کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں[29] روس کے عظیم رہنما لینن کا قول ہے کہ "آزادی (FREEDOM) بغیر اقتصادی آزادی کے بے معنی چیز ہے"۔ درا حقیقی جمہوریت صرف وہاں ہو سکتی ہے جہاں سیاسی اور اقتصادی استحصال نہ ہو۔ بالفاظ دیگر اقتصا آزادی اور سیاسی آزادی جمہوریت کے لئے لازم ہیں۔

اقتصادی آزادی کے متعلق دو نظریات ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام میں اس کا مطلب مقابلہ اور آزا کاروبار (FREE ENETERPRISE) ہے۔ ہر شخص کو آزادی حاصل ہے کہ جس کاروبار کو چاہے اختیار کرے۔ اس پر ریاست کی طرف سے دباؤ نہ ہو۔ کمیونزم (COMMUNISM) اور سوشلزم (SOCIALISM) میں اس قسم کی آزادی کے معنی مختلف لئے جاتے ہیں۔ ان کے نظریے کے مطا اقتصادی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ آجر یعنی ذرائع پیداوار رکھنے والے کے استحصال اور دباؤ سے آزادی ہو۔

---

[27] ابو یوسف۔ کتاب الخراج ص ۱۲ — [28] طبری تاریخ IV : 263

[29] ہرالڈ جے لاسکی۔ گرامر آف پالٹکس۔ ص ۱۴۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام محض نظریات کی تعلیم پر مشتمل نہیں، وہ اس تعلیم کے مطابق ایک اصلاح پذیر معاشرہ بنانے پر زور دیتا ہے۔ خود رسول مقبولؐ نے سرزمین عرب میں اس معاشرے کا نمونہ پیش کیا۔ آپؐ کی بعثت کی وجوہ میں سے ایک بڑی وجہ اقتصادی استحصال کی بیخ کنی تھی۔ جب کسی معاشرے میں معاشی ناانصافی حد سے تجاوز کر جاتی ہے۔ امیر اور غریب کا فرق بڑھ جاتا ہے تو نت نئے مفاسد رونما ہونے لگتے ہیں۔ چوری، قتل، ڈاکہ زنی، زنا، رشوت، قمار بازی اور اسی قسم کی دیگر خرابیاں بیشتر ناانصافی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ یہی کچھ چھٹی صدی عیسوی میں عرب میں ہوتا رہا۔ ان حالات میں معاشی آزادی کا مطلب جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مصداق ہوتا ہے۔ جن کے پاس دولت ہو ان کو حقوق حاصل ہوتے ہیں ان پر فرائض عائد نہیں ہوتے۔ اسی طرح غریبوں کے ذمے فرائض ہوتے ہیں حقوق نہیں۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت ملنے کے بعد ایسے مظلوموں کی دادرسی کی، حق و انصاف حاصل کرنے کا راستہ دکھایا۔ چنانچہ غریب اور مظلوم آپ کی دعوت حق پر لبیک کہتے ہوئے آپ کے گرد جمع ہو گئے اور سرمایہ داروں نے آپؐ کی مخالفت شروع کر دی جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا:۔

" (لوگو!) تم کو (مال کی) کثرت طلبی کی دوڑ نے غافل کر دیا حتیٰ کہ تم قبروں تک پہنچ گئے،
دیکھو تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا ......" [۳۰]

اسی طرح دولت جمع کرنے والوں[۳۱] اور غریبوں کو دھکا دینے والوں[۳۲] کو تنبیہہ کی گئی کہ اپنے اعمال کے نتیجے میں سزا سے بچ نہیں سکتے۔ قریش کو اگر ایک طرف ان کے بتوں کی مذمت سے تکلیف پہنچتی تھی تو دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غریبوں اور مظلوموں سے مشفقانہ برتاؤ ان کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا۔ وہ یہ برداشت نہ کر سکے کہ مظالم کا تختۂ مشق ہونے والے رسول اکرمؐ کے ہاں بلند مقام پر ہیں۔[۳۳]

۳۰؎ قرآن ۱۰۲: ۱-۶ ۔ ۳۱؎ قرآن ۱۰۴: ۱-۹ ۳۲؎ قرآن ۱۰۷: ۱-۷

۳۳؎ قرآن کی اس آیت ولا تطرد الذین یدعون ربھم (الانعام: ۵۲) کے بارے میں سعد ابن ابی وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ میں، ابن مسعودؓ، صہیبؓ، بلالؓ، عمارؓ اور تعداد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے قریب بیٹھتے اور باتیں سنتے۔ قریش کو یہ بات ناگوار گزرتی تھی۔ انھوں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ ہم آپؐ کی باتیں سنتے لیکن ان غلاموں کے ہوتے ہوئے ہمیں شرم محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مدینہ تشریف لانے کے بعد جب مسلمانوں کو آزادی کے ساتھ سانس لینے کا موقع ملا اور ان کی اقتصادی حالت سدھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں انفاق کے بارے میں بار بار تاکید کی۔ ان کو اس کار خیر کی جزاء یاد دلائی گئی[۳۴]۔ دولت کی تقسیم کے بارے میں ارشاد ہوا:۔

"اور جو مال خدا نے اپنے پیغمبر کو دیہات والوں سے دلوایا ہے وہ خدا کے، اس کے پیغمبر کے اور (پیغمبر کے) قرابت والوں کے، اور یتیموں کے، حاجت مندوں کے اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ (سرمایہ) تم میں سے دولت مندوں کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے۔۔۔۔" [۳۵]

خرید و فروخت اور لین دین کی اجازت کے ساتھ ساتھ اسلام نے خاص حالات کے تحت معاشی آزادی دے رکھی تھی تاکہ لوگ ریاست کی فلاح و بہبود کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لے سکیں۔ لیکن ساتھ ساتھ آزادانہ کاروبار (FREE ENTERPRISE) سے پیدا ہونے والی خرابیوں اور ناانصافی کے تدارک کے لئے مناسب اقدامات بھی کئے گئے، جیسا کہ اوپر کی آیت پاک سے ظاہر ہے۔ مسلمانوں کو ذخیرہ اندوزی اور ارتکاز دولت سے ابتدا میں ہی روک دیا گیا تاکہ اقتصادی استحصال کا سدّباب ہو جائے۔ چونکہ دولت کا ارتکاز خرابیوں کی جڑ ہے لہٰذا اس کو ہمیشہ گردش میں رکھا گیا۔ ایک طرف اگر زکوٰۃ و صدقات فرض کئے گئے تو دوسری طرف میراث کی تقسیم کی گئی[۳۶]۔ اللہ کی خوشنودی کے لئے غلام آزاد کرنے اور خیر خیرات کرنے کو کار ثواب بتایا گیا۔

اس میں شک نہیں کہ رسول پاکؐ اور بعد کے خلفاء نے زراعت کی ترقی اور اسلام کی مضبوطی کے لئے جاگیریں عطا کیں[۳۷] لیکن حضرت عمرؓ نے ایسی جاگیریں جن میں ناانصافی کا اندیشہ تھا یا جنہیں حاصل کرنے والے تین سال کی مدت میں انہیں قابل کاشت نہ بنا سکے تھے، واپس لے لی تھیں۔ حضرت بلالؓ کی جاگیر اسی لئے منضبط کی گئی[۳۸]۔ مسلمانوں کو جاگیریں دینے یا مفتوحہ علاقوں کو اپنے مالکوں کے ہاتھوں میں رہنے کی سنت چونکہ موجود تھی لہٰذا حضرت عمرؓ کے زمانے میں سواد کی زمینوں کی تقسیم کے بارے میں کافی بحث و تمحیص کے بعد بدلے ہوئے حالات کے تقاضوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے زمینیں پوری قوم کی ملکیت قرار دی گئیں[۳۹]۔ رسول اللہؐ اور ابوبکر صدیقؓ

---

[۳۴] قرآن خصوصاً سورہ البقرہ کی آیت ۲۶۱ تا ۲۷۴ وغیرہ   [۳۵] قرآن سورہ الحشر: آیت نمبر ۷

[۳۶] قرآن ۲ : ۱۸۰   [۳۷] امام ابو یوسف۔ کتاب الخراج (مصر ۱۳۸۲ھ) ص ۶۲

[۳۸] ایضاً ۔ یہ بلال دوسرے ہیں، مؤذنِ رسولؐ نہیں۔

[۳۹] ایضاً ص ۲۴ و بعدہٗ امام ابو عبید کتاب الاموال حصہ اوّل (اردو ترجمہ عبدالرحمٰن طاہر سورتی) ص ۱۸۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے زمانے میں ذاتی ملکیت پر کوئی پابندی نہ تھی بلکہ لوگوں کو جاگیریں بھی عطا کی گئیں لیکن عمرؓ کی دوربین نگاہوں نے ایک آنے والے طوفان کا خطرہ تاڑ لیا. چنانچہ اس خطرہ کے پیش نظر کہ مسلمان جو مجاہد ہیں زمینوں کے چکر میں پڑیں گے تو سست ہو جائیں گے انھوں نے مفتوحہ علاقوں کو قومی ملکیت قرار دے کر استحصال کا سد باب کیا، ایک دیوان مرتب کیا جس میں سب لوگوں کے لئے حسب مراتب وظیفے مقرر کئے[۴۰] وہ کہا کرتے تھے کہ اگر زندگی ملی تو میں صنعاء کی پہاڑیوں پر رہنے والے گڈریوں کو بھی بیت المال سے حصہ دلواؤں گا[۴۱] بیت المال سے جن لوگوں کو وظیفے ملتے تھے ان میں فرق مراتب کا لحاظ کیا گیا تھا. لہذا اس کے نتائج کو سوچتے ہوئے انھوں نے فرمایا: "خدا نے اگر مجھے آئندہ رات تک زندگی عطا کی تو میں بیت المال سے کم حصہ لینے والوں کو بیت المال سے زیادہ حصہ لینے والوں کے برابر کروں گا."[۴۲] لیکن وہ اپنے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے سے پہلے ہی شہید ہو گئے. یہاں ایک بات قابل ذکر یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے قبل حضرت ابوبکر صدیقؓ بیت المال کی رقم مساویانہ طور پر مسلمانوں میں تقسیم کر چکے تھے. ان کے اس اقدام پر اعتراض بھی ہوا کہ "متقدمین اور متاخرین میں مساوی تقسیم کیسی؟ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا. . . . . "مقدم اور موخر تو ثواب سے متعلق ہے جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ دے گا، یہ مساوی تقسیم تو معاش کا معاملہ ہے. اس میں برابری تنگدستی سے بہتر ہے."[۴۳]

بالفاظ دیگر اسلام نے اگر ایک طرف خاص حالات کے تحت مسلمانوں کی سربلندی و خوش حالی کے لئے آزاد کاروبار کی آزادی دی تو دوسری طرف استحصال کو روکنے کے لئے ارتکاز و احتکار اور ربا کو ممنوع قرار دیا. مال داروں پر زکوٰۃ فرض کی. خوش حالوں کو صدقات و خیرات دینے کی ترغیب دی. غریبوں، اپاہجوں، بیواؤں، ناداروں اور حاجت مندوں کی امداد کا ذریعہ زکوٰۃ و صدقات کو بنایا. یہ سارے مسلمانو اور اسلامی حکومت کا فریضہ ہے کہ ان حاجت مندوں کی کفالت کا انتظام کرے. بیت المال کی رقم نہ صرف حاجت مندوں کی امداد پر صرف کی جاتی تھی بلکہ رفاہ عامہ کے کاموں کے لئے بھی اس کا ایک حصہ مختص تھا. حضرت عثمانؓ کے عہد میں حضرت ابوذر غفاریؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان اسی نوعیت کا اختلاف تھا. ابو اس کو "بیت المال المسلمین" فرماتے تھے اور حضرت معاویہؓ "بیت مال اللہ". ابوذرؓ کو خدشہ تھا کہ بیت

---

[۴۰] کتاب الخراج ص ۴۳
[۴۱] تاریخ طبری V : ۲۴
[۴۲] کتاب الخراج ص ۴۶
[۴۳] ایضاً ص ۴۲

© rasailojaraid.com

اللہ کا مال سمجھ کر سب اپنے اغراض ومقاصد کے لئے استعمال کریں گے۔ یہ خدشہ ظاہر ہوتے ہی حضرت معاویہؓ نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے اتفاق کرلیا۔[۴۴]

تاریخ اسلام میں بیت المال کا قیام ایک عظیم کارنامہ ہے۔ اس کی تمام آمدنی اللہ کے نام پر وصول ہوتی ہے اور اللہ کی خوشنودی کے لئے اس کے بتائے ہوئے مدات پر خرچ کی جاتی تھی۔ زمانۂ مابعد میں البتہ خلفاء من مانی کرنے لگے۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ یہ رقمیں وقف اور اوقات کی جائداد اور صورتوں سے مختلف تھیں، جن کا مصرف خاص تھا اور صرف وقف نامے کی وضاحت کے مطابق ان ہی مدات میں خرچ ہوتی تھیں جن کے لئے وقف کی گئی تھیں۔ آج بھی ناداری وافلاس کو دُور کرنے، ملازمت مہیا کرنے اور دوسرے بہتیرے سماجی فلاح وبہبود کے منصوبے اوقاف کی رقوم سے عمل میں لائے جا سکتے ہیں۔ مگر ایسے منصوبوں کی تکمیل فرض شناس حکام اور ترقی پذیر اقوام ہی کرسکتی ہیں۔

اس مختصر تاریخی جائزے سے عصر جدید میں اسلامی ریاست میں اقتصادی آزادی کا مفہوم یہی ہوسکتا ہے کہ ہر شہری کو اس کی پسند کے کام کرنے کے مواقع حاصل ہوں تاکہ وہ اپنا پیٹ بھر سکے اور اپنی بنیادی ضروریات پوری کرسکے۔ اسے حکومت کی طرف سے سماجی تحفظ حاصل ہو۔ بے روزگاری یا بڑھاپے کی صورت میں گزارہ الاؤنس ملنے کی ضمانت ہو اور ہر قسم کے استحصال سے محفوظ ہو۔

(۳) مذہبی آزادی

عام طور پر مذہبی آزادی کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ ایک ریاست کے اندر ہر شخص کو آزادی ہو کہ جس مذہب پر چاہے چلے یا جس قسم کا عقیدہ چاہے رکھے، اسے اپنے اعتقاد، مذہب نیز مذہبی رسوم اور عبادات بجالانے میں ریاست کی جانب سے کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہو۔ اگر کسی شخص کی ایسی آزادی پر کوئی حرف آئے تو ریاست اس کی مدد کرے۔ اسلام میں مذہبی آزادی کے دو پہلو ہیں۔ اولاً ریاست کے اندر ہر مسلمان کو آزادی حاصل ہے کہ وہ بلا کسی روک ٹوک کے اپنے مذہبی علوم حاصل کرے۔ اور مذہبی امور پر ملکہ حاصل کرنے کے بعد دینی مسائل پر غور کرے اور اپنی رائے قائم کرسکے۔ اس پر اس حق کے استعمال میں ریاست یا معاشرے کی طرف سے کسی قسم کا دباؤ نہ ہوگا۔ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ یہی ہے کہ انسان کو چاہیئے کہ اپنی عقل کو استعمال میں لاکر اللہ کی مخلوق کے متعلق سوچے

---

[۴۴] تاریخ طبری V : 66

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ن مخلوقات میں اس کو اللہ کی نشانیاں مل جائیں۔

سارے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جن شرعی مسائل کے بارے میں قرآن اور سنت خاموش ہیں یا واضح نصّ نہیں ہے وہاں قرآن اور سنت کے عمومی اصولوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے ہر شخص کو اجتہاد و تحقیق نے کی آزادی حاصل ہے۔ اس سلسلے میں زمان و مکان کا خاص خیال ضروری ہے۔ قرآن نے زمان و مکان کو نظر رکھتے ہوئے ہر مسئلہ کا حل نہیں بتایا بلکہ چند ہمہ گیر اصول بتائے ہیں جن کی روشنی میں معاشرے میں پیدا نے والے نت نئے مسائل حل کئے جا سکتے ہیں۔ رسول کریمؐ نے جن کی زندگی قرآن کا عملی نمونہ تھی، معاذ بن ل کو یمن کا قاضی مقرر کرتے وقت قضاء کے بارے میں چند سوالات کئے جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ن اور سنت کی غیر موجودگی میں کیونکر فیصلہ کرو گے؟ ان کا جواب تھا، میں اپنے اجتہاد سے کام لوں گا ل اللہؐ ان کے اس جواب سے خوش ہوئے[۴۵] اور شاباش دی۔

رسول پاکؐ کی رحلت کے بعد خلفائے راشدین کے عہد کے واقعات خصوصاً عمرؓ کے اجتہادی مسائل ے سامنے ہیں۔ در اصل اسلامی علوم اور خصوصاً موجودہ فقہ اور مختلف فقہی مکاتب فکر آزادی رائے پیداوار ہیں۔ اسلام میں مذہبی آزادی نہ ہوتی تو آج مسلمانوں کو اپنے اسلاف سے اتنا عظیم الشان ی ذخیرہ میراث میں نہ ملتا۔ ثانیاً۔ جہاں تک ایک مسلم ریاست میں غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کا ق ہے اسلام کی رواداری اس کا بیّن ثبوت ہے۔ قرآن نے واضح طور پر اعلان کیا ہے کہ "دین کے معاملے وئی جبر اور سختی نہیں"۔[۴۶] ایک اور موقع پر رسول اکرمؐ سے ارشاد ہوتا ہے ۔

"اگر اللہ چاہتا تو روئے زمین پر جتنے لوگ ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہو جائیں؟"[۴۷]

نبی کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ نصیحت کرے کیونکہ وہ ناصح ہوتا ہے نہ کہ لوگوں پر داروغہ[۴۸] ان آیات ہ سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ دین اسلام کسی پر زبردستی مسلط نہیں کیا گیا۔ خدا نے واضح نشانیاں بھیج ۔ اس کے باوجود بھی اگر ان سے انکار ہے تو یہ ذاتی معاملہ ہے۔ البتہ اس کی سزا کو بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤ،

---

۴۵ ابن عبدالبر۔ جامع بیان العلم وفضلہ (الجزو الثانی) مصر ص ۵۶-۵۵ — ۴۶ قرآن۔ سورہ البقرہ آیت نمبر ۲۵۶

۴۷ قرآن۔ سورہ یونس۔ آیت نمبر ۹۹ — ۴۸ فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر۔ قرآن الغمر ۲۱، ۲۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو روزِ قیامت ملنے والی ہے۔

مدینہ تشریف لے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس سیاسی وحدت کو "میثاق مدینہ" کے ذریعہ عمل میں لائے اس میں مہاجرین اور انصار کے علاوہ مدینہ کے یہودی بھی شامل تھے۔ چنانچہ ان کو دوسرے حقوق کے علاوہ مذہبی آزادی کی بھی ضمانت دی گئی۔[49] وہ اپنے اندرونی جھگڑے اپنے مذہبی قوانین کے مطابق حل کرنے کی آزادی رکھتے تھے۔ مدینہ میں جب تک یہ لوگ میثاق مدینہ کی پابندی کرتے ہوئے امن سے رہے ان کی جانیں، مال اور عبادت گاہیں محفوظ رہیں۔ بعد میں اگر ان کو ملک بدر کیا گیا تو وہ کسی مذہبی اختلاف کی وجہ سے نہیں بلکہ میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کرنے کا نتیجہ تھا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس وقت حبشہ کے نجاشی سے رسول اللہؐ کے اچھے تعلقات تھے۔

ملک کے دوسرے حصوں میں جن لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا، ان سے برائے نام جزیہ لے کر ان کو ذمۃ اللہ، ذمۃ الرسول اور ذمۃ المسلمین کا تحفظ دیا گیا اور تمام مسلمانوں کو ان کے حقوق ادا کرنے کی تاکید کی گئی "فتح مبین" کے بعد آپؐ نے جن سربراہانِ مملکت کے نام فرمان جاری کئے ان کا لب لباب یہی تھا کہ ہماری راہ نہ روکو اسلام قبول کر لو۔ ہم اسلام کا پیغام روکنے والوں سے اس وقت تک جنگ کریں گے جب تک کہ وہ جزیہ نہ ادا کریں۔ خالدؓ کو نجران بھیجتے وقت رسول اللہؐ نے اسی قسم کے احکام دیئے تھے۔[50] ابوبکرؓ نے بھی اسی سنت پر عمل کیا تھا۔[51] اہل ایلیا کے ساتھ حضرت عمرؓ نے جس عہدنامے پر دستخط ثبت فرمائے تھے وہ مذہبی رواداری کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ اس معاہدے کی رو سے نہ صرف ان کی جان و مال کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا بلکہ ان کے گرجوں اور صلیبوں کی حفاظت کی ضمانت بھی دی گئی۔[52] بعد کی صدیوں میں تو مذہبی رواداری کا یہاں تک خیال رکھا گیا کہ بہت سے غیر مسلم بڑے بڑے کلیدی عہدوں پر مامور کر دیئے گئے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

---

۴۹ دیکھئے ابن ہشام سیرۃ النبی جلد دوم ص ۱۱۹-۱۲۳

۵۰ طبری تاریخ III : 156

۵۱ ایضاً ص ۲۲۷

۵۲ ایضاً IV : 159

© rasailojaraid.com